عظیم الشان وکامیاب سالگرہ کے موقع پر

انقلاب اسلامی ایران

کا

(ایک اجمالی تجزیہ)

دنیا میں رونما ہونے والے انقلابات کی ایک لمبی فہرست موجود ہے اور ہر انقلاب اپنی مخصوص نوعیت اور انفرادی خصوصیت کے ساتھ پہچانا جاتا ہے اور ہر انقلاب کے کچھ بنیادی اغراض ومقاصد ہوا کرتے ہیں جن کو نگاہ میں رکھتے ہوئے مذکورہ انقلاب کی کامیابی وناکامی کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ جب فرانسیسی انقلاب کا ذکر آتا ہے تو صنعت کاری کے میدان میں رونما ہونے والی ترقی کو اس انقلاب کی کامیابی کا معیار قرار دیا جاتا ہے اور جب روس کے انقلاب کی بات آتی ہے تو اقتصادی ترقی واشتراکی معیاروں کو کامیابی کی کسوٹی مانا جاتا ہے اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ وقت کی رفتار کے ساتھ اس انقلاب میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں اور انقلاب اپنے بنیادی اصولوں پر کس حد تک قائم رہا۔

ایران میں فروری ۱۹۷۹ء میں رونما ہونے والے انقلاب کی نوعیت ہر اعتبار سے بالکل واضح رہی ہے۔ ابتدائی مرحلہ سے ہی لوگوں کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ملت اسلامیہ ایران سابقہ شاہی حکومت کی امریکہ غلامی اور اسلام دشمنی سے بیزار ہے اور ایرانی عوام ایسی حکومت کے خواہاں ہیں جو ان کے مذہبی اصولوں کا احترام کر سکے اور اسلامی قدروں کا مذاق اڑانے کے بجائے انھیں اسلامی معاشرہ میں رائج کرے۔ ایرانی سماج میں قرآن وسنت کا بول بالا ہو اور ملک کے ہر گوشے میں پرچم اسلام کو سربلندی حاصل ہو۔ حاکمیت کا حق صرف اور صرف خداوند عالم کی ذات سے وابستہ رہے اور حکومت کا کاروبار الٰہی قوانین کی روشنی میں آگے بڑھے اور الٰہی قوانین کی تفسیر وترجمانی کا کام علماء کے ہاتھ میں ہو اور ولایت فقیہ کی سرپرستی نیز عوام کی شرکت وحمایت کے سایہ میں جمہوری قدروں کو فروغ حاصل

ہو۔ سماج میں مردوں کی طرح عورتوں کو بھی زندگی کے ہر شعبہ میں تعلیم وترقی کی یکساں سہولت حاصل ہو۔ عورتوں کے سروں سے چادر نوچ کر پھینکنے کے بجائے ملک میں اسلامی حجاب کو فروغ دیا جائے۔ ملک کی مغرب زدہ اسلامی ثقافت کو خاص اسلامی ثقافت میں تبدیل کیا جائے اور ملک کے تعلیمی نظام کاڈھانچہ پوری طرح اسلامی ہو۔

شائد یہی وہ اسباب وعوامل تھے جن کو نگاہ میں رکھتے ہوئے انقلاب کی کامیابی کے بعد قائد انقلاب امام خمینیؒ نے ملک کے تعلیمی نظام کی مکمل اصلاح نیز ہزاروں سال پرانی ایرانی ثقافت کو عالمی بالخصوص مغربی ثقافتی یلغار سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک نئے علمی ڈھانچے کی تشکیل کرائی۔ انھوں نے اس زمانے میں رائج تعلیمی نظام کی تردید کرتے ہوئے ملک میں ایک تعلیمی سال کو صفر قرار دیتے ہوئے سال بھر میں آئندہ دور میں رائج کیے جانے والے تعلیمی نظام کی تکمیل کرائی۔ اس ایک سال کے اندر آئندہ پڑھائی جانے والی درسی کتب کی تیاری اور اس سے متعلق قوانین واحکام آمادہ کرائے۔ اس وقت بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایرانی طالب علموں کاایک تعلیمی سال خراب ہوگیالیکن حقیقت یہ ہے کہ اس ایک سال کی مدت میں جو تعلیمی ڈھانچہ تیار کیا گیااس کی تعمیل کی وجہ سے ایرانی طالب علموں کی علمی وثقافتی عظمت وسربلندی کا بیمہ ہوگیااور دنیا کی نامور طاقتیں بھی اس میں کسی قسم کا خلل پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوسکیں۔

اسی طرح اسلامی جمہوریت کی تشکیل میں انھوں نے کسی ایک سیاسی جماعت کاسہارا نہیں لیا بلکہ ایک عبوری حکومت کی تشکیل کے بعد انھوں نے حکومت کی نوعیت کے بارے میں قطعی طور پر ارشاد فرمایا"فقط جمہوری اسلامی، نہ ایک حرف کم نہ ایک حرف زیادہ۔" اور اس کے بعد انھوں نے ملک گیر پیمانے پر اس تجویز کی تصدیق کے لیے استصواب عامہ کا اہتمام کیا اور ملک کے ۹۸ فیصد سے زیادہ لوگوں نے اپنی بھرپور حمایت کے ذریعہ اسی نظام کو عوامی نظام کاروپ دیدیا۔ اپنے اس دانشمندانہ اقدام کے ذریعہ امام خمینیؒ نے آئندہ نسل کو یہ درس دیاکہ حکومت کسی ایک گروہ یاجماعت کی نمائندگی نہیں کرتی بلکہ پورے ملک کی نمائندگی کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر ہوتی ہے لہٰذا عوامی حمایت کے بغیر جمہوریت کاکوئی مفہوم نہیں ہے۔ بہر حال اللہ کی حاکمیت اور قرآن ورسول کی سیرت پر ٹھوس عقیدہ

وایمان کے ساتھ اسلامی جمہوریہ ایران نے آگے قدم بڑھایا اور تقریباً چوتھائی صدی گزر جانے کے بعد بھی ملت اسلامیہ ایران یہ اعلان کرتی ہوئی نظر آتی ہے کہ یہ انقلاب امام خمینیؒ کے نام کے بغیر دنیا کے کسی گوشہ میں کوئی شناخت نہیں رکھتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ امام خمینیؒ نے جس راستہ پر چلنے کی ہدایت فرمائی تھی اس سے انحراف ہلاکت کا باعث ہو سکتا ہے لہٰذا انقلاب سے متعلق ہر سرگرمی پر بھرپور توجہ کی ضرورت ہے۔

یہ انقلاب اسلامی ایران کی عظیم الشان کامیابی کی ۲۳ویں سالگرہ کا موقع ہے۔ موجودہ صدی کا وہ انقلاب عظیم جس کو قائد وبانی انقلاب امام خمینیؒ نے ایران، عالم اسلام اور دنیائے بشریت کی تاریخ میں ایک عظیم معجزۂ الٰہی کے نام سے تعبیر کیا تھا۔ وہ انقلاب جس نے دنیا کی تمام اسلام پسند جماعتوں اور کمزور و پسماندہ لوگوں پر پوری طرح ثابت کر دیا کہ خداوند عالم کی لازوال قدرت وطاقت کے سہارے اور پرچم توحید و حقیقی اسلامی شریعت کے سایہ میں ملت اسلامیہ ایران خالی ہاتھ ہوتے ہوئے بھی دنیا کی ایسی طاقتور اور ظالم و بیرحم شاہی حکومت کو نیست و نابود کر سکتی ہے جس کو دنیا کی بڑی طاقتوں کی بھرپور حمایت حاصل تھی اور جو اربوں ڈالر کا قومی سرمایہ محض اسلحوں کی خریداری پر صرف کیا کرتی تھی۔ جی ہاں! اس انقلاب نے ملت ایران کو اسلامی معارف عالیہ سے مالا مال کر دیا اور اسے دوبارہ فطری ترقی وسیاسی بیداری حاصل ہو گئی اور اسے خودشناسی کا سرمایہ دوبارہ مل گیا کہ وہ کونسی قوم ہے اور اسے کیسا ہونا چاہئے چنانچہ امام خمینیؒ جیسے عظیم رہبر عالیقدر کی مثالی قیادت کے سائے میں ملت اسلامیہ ایران کی سماجی، سیاسی، ثقافتی، اخلاقی اور بالخصوص مذہبی تنظیموں میں بنیادی تبدیلی پیدا ہو گئی اور اس قوم نے اپنی بہادرانہ للکار اور ایثار گرانہ حوصلے کے ساتھ عالمی سامراج کا بھانڈا پھوڑ دیا اور سامراجی چنگل میں گرفتار دنیا کی دوسری قوموں کو استقلال و آزادی کا پیغام سنادیا۔ اس انقلاب نے دنیا پر مسلط قدروں اور سیاسی نظام حکومت کو دگرگوں کرتے ہوئے اپنا مکمل اور حقیقی تعارف دنیا والوں کے سامنے پیش کر دیا اور دنیا والوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ امت اور امام کے درمیان کیسا اٹوٹ رشتہ ہے اور دونوں ہی اسلامی مکتب فکر سے اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ انہیں ہرگز جدا نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس انقلاب کی بنیاد ہی حقیقی اسلام محمدیؐ ہے۔ اسلامی انقلاب کی کامیابی سے قبل اور اس کے بعد جدید ترین

اطلاعاتی وسائل وامکانات سے مالامال مفکرین وماہرین سیاست نے اپنی بے بنیاد پیشین گوئیوں کے ذریعہ اس بات کی بھرپور کوشش کی کہ اس عظیم اسلامی انقلاب کو عالمی سطح پر مقبولیت نہ حاصل ہونے پائے اور دنیاوالوں بالخصوص کمزور وپسماندہ طبقے کے، مفلس ومحروم لوگوں کو، ان کے جملہ تقاضوں کو پورا کرنے والی مذہبی نشاۃ ثانیہ اور نورانی دھماکہ کی بھنک تک محسوس نہ ہونے پائے کیونکہ اسلامی مکتب فکر کو دنیا میں رائج تمام دوسرے مادی مکاتب فکر مثلاً قومیت پسندی اور اشتراکیت وغیرہ پر فضیلت وبرتری حاصل رہی ہے اور اس میں انسانی معاشرہ کی تمام سیاسی، سماجی، اقتصادی، اخلاقی اور ثقافتی ضرورتوں کو پورا کرنے کی صلاحیت موجود ہے اور یہ انسان دوستانہ اور خداپسندانہ مقاصد کا حامل ہے اور اس مکتب کی پیروی کرنے والوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ملک میں اپنی پسندیدہ حکومت کی تشکیل کے ساتھ اپنی قسمت کا فیصلہ آپ ہی کریں اور مکمل آزادی وذمہ داری کے ساتھ ملک وملت کی تعمیر وترقی میں سرگرم رہیں۔ انقلاب اسلامی ایران کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے مذہب اسلام میں موجود ان صفات عالیہ کو عملی طور پر نمایاں کردیا تاکہ دنیاوالے محض سنی سنائی باتوں اور اسلام دشمن پروپگنڈوں کی وجہ سے گمراہی میں پڑے نہ رہیں۔ اسلامی انقلاب کے متوالوں نے مذہب اسلام کے چہرے پر جمی ہوئی بے بنیادالزامات کی گرد کواپنے خون سے صاف کردیااور اسلام کے چہرے سے ساطع ہونے والے الٰہی نور نے دنیا کے نامور ماہرین سیاست کو بھی حیران کردیااور اپنے اسلام دشمن منصوبوں میں ناکام ہوگئے۔

اس طرح انقلاب نے اپنی عظمت وانفرادی ماہیت کے ذریعہ یہ ثابت کردیا کہ یہ انقلاب گذشتہ سولہویں، سترہویں، اٹھارویں اور انیسویں صدیوں میں سرزمین ہالینڈ، برطانیہ، امریکہ، روس اور فرانس میں رونما ہونے والے انقلابات سے بالکل مختلف ہے، اسی سے اس نے سرمایہ دارانہ نظام اور قرون وسطی کی بدعنوانیوں کو پوری طرح نابود کردیااور آزادی واستقلال پسندی کی ایسی لہر پیدا کردی کہ ایرانی سرحدوں سے ہزاروں میل کے فاصلے پر زندگی بسر کرنے والے انصاف پسند ماہرین سیاست بھی اس کی عظمتوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگئے اور اس سے متاثر ہوکر عالمی سطح پر آزادی طلب تحریکوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا اور عالمی نظام بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ عالمی سامراج نے اس

کی راہ میں طرح طرح کی تکنیکی اور اقتصادی دشواریوں کا جال پھیلایا لیکن اسے ہر میدان میں مایوسی ونامرادی کے علاوہ کچھ نہ مل سکا اور یہ انقلاب اپنے داخلی اور خارجی دشمنوں اور ان کے سازشانہ و ظالمانہ ہتھکنڈوں کو بے نقاب کرتے ہوئے آگے بڑھتا رہا اور فوجی بغاوت کی تمنار کھنے والے منافقین اور ان کی حمایت و پشت پناہی میں لگی ہوئی عالمی اسلام دشمن طاقتوں کی ذلت آمیز شکست کی زمین ہموار کرتا رہا۔ فقط یہی نہیں بلکہ ایک عظیم امت کی حیثیت سے ملت اسلامیہ ایران نے اپنے جانی دشمن کی زبان سے اپنی عظمت کا لوہا منوالیا۔ کیا دنیا سابق اسرائیلی وزیر خارجہ بگین کے اس اعتراف کو فراموش کرسکتی ہے۔ کہ ''اسلامی انقلاب نے علاقے میں ایسے زلزلے پیدا کردئے ہیں جن کی اہمیت معاہدہ کیمپ ڈیوڈ سے زیادہ ہے لہٰذا ہمیں ان کا مقابلہ کرنا چاہئے۔اسی طرح سابق وزیر خارجہ امریکہ کیسینجر یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ ''ایران کا اسلامی انقلاب امریکی مفاد و مصالح کے لئے ایک خطرناک دشمن کی حیثیت رکھتا ہے۔'' اسلامی انقلاب کی عظمت و اہمیت کے اعتراف کا یہ سلسلہ فقط امریکی اور اسرائیلی ماہرین سیاست تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ سابقہ سوویت یونین کے صدر اور کمیونسٹ پارٹی کے جنرل سکریٹری برژنیف کا یہ بیان تاریخ کے صفحات میں درج ہے کہ ''اسلام کی تجدید وحیات میں ۲۰ ویں صدی کا وہ اہم ترین سیاسی حادثہ ہے جو سوویت یونین کی جنوبی سرحدوں کے لئے ایک براہ راست خطرہ ہے۔''

اسلامی انقلاب کے سلسلے میں دشمنوں اور دوستوں کی طرف سے جاری کئے گئے ان بیانات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ انقلاب ،اسلامی نظام کی سیاسی طاقت پر مشتمل ایک ایسی عظیم واقعیت ہے جس کو کرشمۂ الٰہی کہا جانا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ پندرھویں صدی میں اسپین کے زوال کے بعد اسلامی نظام کی سیاسی طاقت روز بروز گھٹتی جارہی تھی اور سلطنت عثمانیہ کے عبرت ناک زوال کے بعد دنیائے اسلام پر مغربی سامراج کا غلبہ ،ایک حقیقت کی حیثیت سے ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔

موجودہ صدی میں اسلامی انقلاب کی عظیم الشان کامیابی نے اس کہنہ ذہنیت اور طرز فکر کی عملی تردید بھی پیش کردی کہ اسلام ایک رجعت پرست مذہبی حادثہ کا نام ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اس انقلاب نے دنیا کے لاکھوں مظلوم و ستمدیدہ لوگوں میں امید کی نئی کرن پیدا کردی اور اسلامی ثقافت

کے متوالے اسلام پر کئے جانے والے منطقی اعتراض کا عملی جواب فراہم کرتے چلے جارہے ہیں اور پوری دنیا کی ٹھیکیداری کا دم بھرنے والی طاقتیں اس انقلاب کے مقابلے میں ہر محاذ پر شرمناک شکست سے دوچار ہورہی ہیں۔ واضح رہے کہ اسلام کو ارتجاعی طاقت خیال کرنے والے امریکی حکمرانوں نے سابق شاہی حکومت کو بھی یہی سمجھا رکھا تھا کہ اسلام قدیم دفرسودہ خیالات پر مشتمل رہا ہے اس کے ماننے والوں کو علاج انسانی طریقوں سے نہیں بلکہ انہیں طاقت کے ذریعہ کچل دیا جانا چاہیے شاہی حکومت کے جلاد صفت افسران، اسلام، اسلامی انقلاب اور ملت اسلامیہ اسی امریکی راہ وروش پر گامزن رہے لیکن جب شہادت طلب نوجوانوں نے ایک عظیم سیلاب کا روپ اختیار کرتے ہوئے اسلام کی راہ پر آگے بڑھنا شروع کیا اور ایران کی فضا میں اللہ اکبر کی آواز ہر طرف گونجنے لگی تو دنیا کی بڑی سے بڑی استکباری طاقت شاہی حکومت کو نابودی کے گڑھے میں گرنے سے نہ بچا سکی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان لوگوں نے شاہی حکومت کو، جو اس علاقے میں امریکی مفاد و مصالح کی نگہبان تھی، بچانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن خون نے شمشیر پر اور خالی ہاتھ شہادت طلب نوجوانوں نے آگ اگلتی ہوئی توپ کے گولوں پر کامیابی حاصل کرلی اور ایران میں، ایرانی عوام کی خواہش کے مطابق اسلامی جمہوری نظام حکومت قائم ہوگیا جس کا مقصد اسلامی تعلیمات کے سایہ میں ملک و ملت کی ترقی و خوشحالی کے لئے کام کرنا اور ہر مرحلہ میں اسلام اور اسلامی ثقافت کا دفاع کرتے ہوئے اسلام دشمن طاقتوں کے جھوٹے الزامات اور بے بنیاد اعتراضات کا منہ توڑ عملی جواب فراہم کرنا رہا ہے۔

ایران میں اسلامی جمہوری حکومت کی تشکیل کے کچھ ہی دنوں بعد اس ملک پر تباہ کن جنگ مسلط کردی گئی اور دوسری طرف اس ملک کی اقتصادی ناکہ بندی بھی کردی گئی لیکن ایران اقتصادی ناکہ بندی اور آٹھ سالہ دفاع مقدس کے دوران بھی اپنے اسلامی موقف پر اٹل رہا۔ منافقین کے ذریعہ بم دھماکوں کا انتظام کرکے اسلامی انقلاب کے حقیقی خدمت گزاروں کو خاک و خون میں غلطاں کیا گیا اور صدر رجائی و وزیراعظم باہنر کو بم دھماکوں کے دوران شہید کرڈالا گیا لیکن ملت ایران اسلامی تعلیمات اور امام امت کی دانشمندانہ قیادت کے سایہ میں اپنے موقف پر ثابت قدم رہے۔ وہ وقت بھی آیا کہ ملت ایران اپنے قائد عظیم الشان کے وجود سے محروم ہوگئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امام خمینیؒ کی

رحلت ایرانی حکومت اور عوام کے لئے ایک آزمائش کی گھڑی تھی اور دوسری طرف عالمی سامراج بھی اس پروپگنڈہ میں سرگرم تھا کہ امام کی وفات کے بعد اسلامی انقلاب کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا۔ ان لوگوں کو اس حقیقت کا اندازہ نہیں تھا کہ اس انقلاب کی بنیاد اسلام و قرآن ہے اور امام خمینیؒ نے اسلامی شریعت اور قرآنی احکام کے مطابق اسلامی جمہوری حکومت کا ڈھانچہ تیار کیا ہے اور اسلام خالق کائنات کا پسندیدہ ترین دین اور قرآن وہ مقدس کتاب الٰہی ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خداوند عالم نے لے رکھی ہے۔ بہر حال امام خمینیؒ کی وفات کے بعد ملک و ملت کی قیادت کی ذمہ داری آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای نے قبول کرلی اور اسلامی جمہوریہ ایران نے ان کی قیادت میں تعمیر و ترقی کی منزلیں طے کرنا شروع کردیا۔

آخر کلام میں یہ عرض کردینا لازمی معلوم ہوتا ہے کہ جس اسلامی انقلاب کو ایران کی سرحدوں کے اندر محدود کرنے کی کوشش کی گئی وہ آج دنیا کے ہر گوشے میں مقبول اور کم از کم اپنی شناخت کو قائم رکھنے میں پوری طرح کامیاب ہے۔ اس انقلاب نے جب اتحاد امت اسلامیہ کا نعرہ دیا تو مختلف قسم کے متعصبانہ پروپگنڈوں کے ذریعہ اس ملک کو دیگر اسلامی ملکوں سے دور رکھنے کی کوشش کی گئی لیکن اسلامی جمہوریہ ایران نے عملی نمونوں کے ذریعہ اسلامی ملکوں کی بدگمانیوں کو دور کرنے کی کوشش جاری رکھی اور موجود صدر جمہوریہ اسلامی ایران حجت الاسلام سید خاتمی کی قیادت میں تہران میں اسلامی کانفرنس تنظیم (Organization of Islamic Conference) سے وابستہ مسلم ممالک کے سربراہوں کے اجلاس کا انعقاد یقیناً ایران کی بہت بڑی کامیابی اور اس بات کی سند ہے کہ ایران کو گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکا۔ اور یہ بات صرف مسلمانوں کے درمیان اتحاد قائم کرنے کی نہیں ہے۔ بلکہ اسلام تو اس آفاقی پیغام الٰہی کا نام ہے جس کا تعلق پوری دنیائے انسانیت سے ہے لہٰذا اسلام کی اسی انسانیت دوستی کو بنیاد قرار دیتے ہوئے صدر جمہوریہ ایران سید محمد خاتمی نے اقوام متحدہ کے ۱۹۹۹ء اجلاس میں یہ تجویز پیش کی کہ آئندہ صدی کے پہلے سال کو "دنیا میں موجود مختلف تمدنوں کے درمیان مذاکرہ و گفتگو کا سال" قرار دیا جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں صدر محترم جمہوریہ اسلامی ایران کی یہ تجویز متفقہ طور پر تسلیم کرلی گئی اور

۲۰۰۱ء کو "عالمی تمدنوں کے درمیان گفتگو کا سال" اعلان کر دیا گیا۔ واضح رہے کہ دنیا میں چل رہے مہلک اسلحوں کے ماحول میں بھی اسلامی جمہوریہ ایران کی یہ تجویز اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلامی قوانین پر کاربند ایران، عالمی امن وسلامتی کا خواہاں ہے اور یہی راہ اسلام ہے۔ ہر طرح کے ہنگاموں کے باوجود ایران نے عالمی سطح پر تمدنوں کے درمیان گفتگو کا سلسلہ پورے سال قائم رکھا اور اس کے اچھے نتائج بھی سامنے آئے اور آئندہ بھی آتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ ایرانی عوام اپنے عظیم انقلاب کی کامیابی کے آخری مراحل میں تھے۔ شاہ سرزمین ایران سے فرار اختیار کر چکا تھا اور اپنی جگہ شاپور بختیار حکومت بنا کر گیا تھا جو بار بار یہ اعلان کر رہا تھا کہ سردست ایران کے حالات ایسے نہیں ہیں کہ ملک میں امام خمینیؒ کی حفاظت کا انتظام کیا جا سکے لہٰذا انہیں فی الحال ایران آنے کا فیصلہ ترک کر دینا چاہئے۔ دوسری طرف امام خمینیؒ کے ارد گرد جمع مغربی سامراجیت کے طرفدار بھی درپردہ اور نہایت ہلکی آواز میں امام خمینیؒ کو اپنے ارادہ میں اور زیادہ اٹل بنا دیا چنانچہ وہ اپنے سابقہ ارادہ کے بموجب یکم فروری ۱۹۷۹ء کو ایران پہونچ گئے کیونکہ انہیں اللہ کی حفاظت اور ایرانی عوام پر بھروسہ تھا اسی وجہ سے ان کی حفاظت کا انتظام حکومت نہیں بلکہ عوام کے سپرد تھا اور حفاظتی امور کی نظارت وسرپرستی کا کام ایسے لوگوں کے سپرد تھا جو دنیا کی کسی طاقت پر بھروسہ کرنے کے بجائے خداوند عالم کی لایزال طاقت پر بھروسہ کرتے تھے۔

سرزمین ایران پر قدم رکھتے ہی انہیں اپنے وہ ساتھی یاد آگئے جو راہ انقلاب میں شہادت سے آغوش ہو کر بہشت زہرا نامی قبرستان میں آرام فرما تھے۔ انہوں نے انقلاب کی راہ میں جان نچھاور کرنے والوں سے اپنے اسلامی والٰہی معاہدہ کی تجدید کی خاطر بہشت زہرا جانے کی خواہش کی اور بہشت زہرا میں مختصر تقریر کے دوران اسلامی انقلاب کی راہ میں قربانی پیش کرنے والوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے بعد تہران میں واقع مدرسۂ علویہ میں سکونت اختیار کی اور ایرانی حکومت اور زمینی، بحری ہوائی فوج سے یہ اپیل کی کہ کسی طرح کے خون وخرابہ کے بغیر اقتدار کی باگ ڈور سپریم انقلابی کاؤنسل کے سپرد کر دیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دیکھتے ہی دس دن کی مختصر مدت میں ایران حکومت کی باگ ڈور امام خمینیؒ کے ہاتھوں میں آگئی اسی وجہ سے ایرانی عوام انقلاب کی سالگرہ کے موقع پر ہر سال پہلی فروری سے دسویں

فروری تک ''دھہ فجر'' نامی تقریبات کا اہتمام کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ انہوں نے حکومت کی نوعیت کے سلسلے میں انقلابی جماعتوں کے درمیان نظریاتی اختلافات کو اس ایک جملے سے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا کہ ''فقط جمہوری اسلامی، نہ یک حرف کم نہ یک حرف زیاد'' یہ بات صرف ان کے اس ایک جملے تک ہی محدود نہ رہی بلکہ انہوں نے ملک گیر پیمانے پر ''استصواب عامہ'' کرایا جس میں ملک کی ۹۸٪ سے زیادہ آبادی نے ''اسلامی جمہوریت'' کی حمایت کا اعلان کیا۔ اس کے بعد انھوں نے قرآن کریم اور سیرت محمد و آل محمد پر مبنی آئین کی تشکیل کا کارنامہ انجام دیا اور اس کے بعد ایرانی حکومت کیلئے کچھ بنیادی اصول مرتب کر کے حکومتی امور میں مداخلت سے علیحدگی اختیار کر لی۔

اس مختصر داستان کو پڑھنے کے بعد اس انقلاب کی عظمت و افادیت کا قدرے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قائد انقلاب نے اپنی مخصوص حکمت عملی سے رقص و سرود میں تھرکنے والی ٹانگوں کو اسلامی حجاب کا دلدادہ کیسے بنا دیا۔ شراب و کباب کے متوالوں پر ایسا کونسا جادو کیا کہ مسجد و محراب کے عاشق ہو گئے۔ انھوں نے تہران میں واقع اسرائیلی سفارت خانہ کو فلسطینی مجاہدین کا مرکز بنا کر مسئلہ فلسطین کو زندۂ جاوید کیسے بنا دیا اور وہ قوم جو امریکی بریڈ سے ہر صبح ناشتہ کرتی تھی اور امریکی پانی سے اپنی پیاس بجھایا کرتی تھی وہ امریکہ سے اس قدر متنفر کیوں ہو گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کے ذریعہ امام خمینیؒ نے ابتدائی مرحلہ میں ایرانی عوام کی آنکھوں کے سامنے سے ظاہری تزک بھڑک کے پردے کو ہٹا دیا جس کی وجہ سے اسلامی انقلاب ان کے شعور کی گہرائیوں میں اترتا چلا گیا۔ اس کے بعد ان پر کسی پروپگنڈہ یا کسی دھمکی کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ چنانچہ آج جس دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے اور دنیا کے کونے کونے میں مسلمانوں کا قتل عام کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کل دنیا کی نام نہاد دہشت گردی مخالف تنظیمیں سرزمین ایران میں اس دہشت گردی کو ایران کی اسلامی جمہوری حکومت کی نابودی کا ذریعہ بنائے ہوئے تھیں۔ یہ پرانی نہیں بلکہ گذشتہ دو دہائیوں کی بات ہے کہ اسلامی انقلاب کے فوراً بعد آیت اللہ مطہری، آیت اللہ مدرس آیت اللہ بہشتی کے ساتھ امام خمینیؒ کے دیگر ۷۲ رفقاء کار، صدر محمد علی رجائی اور وزیر اعظم محمد جواد باہنر جیسے لوگوں کو مسجد، پارلیامنٹ اور سرکاری دفاتر میں بم کے دھماکوں کے ذریعہ خاک و خون میں غلطاں کیا جا چکا ہے اور حد یہ

ہے کہ سابقہ صدر جمہوریہ اسلامی ایرانی حجت الاسلام رفسنجانی اور ایران کے موجودہ قائد انقلاب آیت اللہ سید علی خامنہ ای کو بھی عالمی دہشت گردی اور خوفناک بم دھماکوں کا شکار بنایا چکا ہے اور ان کے سینوں پر دہشت گردی کا داغ آج بھی موجود ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ کسی بھی دھمکی کے جواب میں رحمت خداوندی اور اپنے عوام کی بھرپور حمایت پر بھروسہ کرنے والی ایرانی حکومت نے واضح لفظوں میں یہ اعلان کرنے میں ذرہ برابر ہچکچاہٹ نہیں محسوس کی کہ دہشت گردی سے ہمارا بھی کوئی سروکار نہیں رہا ہے البتہ ہم دنیا کی نام نہاد طاقتوں سے بھی کبھی مرعوب نہیں ہوئے "ہم تو کل بھی اللہ کے ساتھ تھے، آج بھی اللہ کے ساتھ ہیں اور آئندہ بھی اللہ کے ساتھ رہیں گے۔

☆☆☆☆☆